# خدائی نظام کے خلاف سب سے بڑی بغاوت

## تحریر: ڈاکٹر اسرار احمد (بانی تنظیم اسلامی)

امریکی صدر بش متعدد بار اس خواہش کا اظہار کر چکے ہیں کہ مسلم ممالک کو مذہبی آمریت کی بجائے سیکولرزم کو اختیار کرنا ہوگا۔ سیکولرزم کو امریکہ اور اس کے حواری ایک بڑی سازش اور پلاننگ کے تحت پھیلا رہے ہیں اور اس فکر کا خاکہ درحقیقت آج نہیں بلکہ 1771ء میں بنایا گیا تھا۔ جس کا عنوان ''نیوورلڈ آرڈر'' تجویز کیا گیا تھا۔ جو حقیقت میں ''جیوورلڈ آرڈر'' ہے۔ اس میں اس بات کو شامل کیا گیا کہ مذہب سے اجتماعی زندگی کا تعلق منقطع کر کے تمام مذاہب کو صرف انفرادی زندگی تک محدود کر دیا جائے۔ سیکولرزم کا دوسرا نام ہی روشن خیالی ہے۔ سیکولرزم لا مذہبیت نہیں بلکہ لادینیت ہے۔ مطلب یہ کہ ایک سیکولر ملک میں تمام مذاہب رہ سکتے ہیں اور انھیں آزادی ہے کہ چاہے کسی مذہب کے پیروکار ایک خدا کو پوجیں، ہزار کو پوجیں، درختوں کو پوجیں، بتوں کو پوجیں، چاہے کسی کو نہ پوجیں، ملک کی حکومت سے کوئی اعتراض نہیں مگر ان کا کہنا ہے کہ ہم کسی مذہب کو بطور دین برداشت نہیں کر سکتے اور اگر مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور مکمل دین ہے تو ہم اسے ختم کر کے دم لیں گے۔ عام طور پر انسانی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان دو حصوں کے تین ذیلی حصے ہیں۔ ان میں سے تین کا انفرادی اور تین کا اجتماعی زندگی سے تعلق ہے جو گوشے انفرادی زندگی کا احاطہ کرتے ہیں یہ ہیں: 1- عقیدہ 2- عبادات یا مراسم عبودیت 3- کچھ معاشرتی یا سماجی رسومات عقیدہ کے ضمن میں سیکولرزم میں ہر فرد کو مکمل آزادی ہے کہ وہ جسے چاہے خدا مانے یا نہ مانے۔ اسی طرح مراسم عبودیت کی ادائیگی کے لیے کوئی مسجد جائے، مندر جائے، چرچ جائے یا کہیں بھی، یہیں یہ فرد کا انفرادی معاملہ ہے۔ انفرادی زندگی کا تیسرا گوشہ معاشرتی رسومات سے بحث کرتا ہے یعنی بچے کی پیدائش پر کیا رسومات ادا کرنا ہیں۔ شادی کی رسومات کیا ہوں گی، نکاح ہوگا یا پھیرے ڈالے جائیں گے یا گرجے میں جانا ہوگا وغیرہ۔ اسی طرح میّت کی تدفین کیسے ہوگی، اُسے جلایا جائے گا یا گدھوں اور چیلوں کو کھلا دیا جائے گا۔ سیکولرزم میں یہ تمام معاملات افراد کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح اجتماعی زندگی کے بھی تین گوشے ہیں یعنی: 1- معاشرتی نظام 2- معاشی نظام 3 سیاسی نظام۔ سیکولرزم کی رُو سے اجتماعی زندگی کے ان تین گوشوں کا مذہب یا کسی دین سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ عوام کثرت رائے سے اپنے نمائندوں کے ذریعے قانون سازی کر کے طے کریں گے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔ مثلاً کسی معاشرے میں شراب محض اس لیے حرام نہیں قرار پائے گی کہ اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے لہٰذا اس پر پابندی لگا دی جائے۔ ہاں کثرت رائے سے اگر یہ فیصلہ ہو جائے تو اسے حلال یا حرام قرار دیا جا سکتا ہے۔ سیکولرزم میں اس سے بڑی کیا انتہا ہوگی کہ اگر دو مرد اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرنا چاہیں یا میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا چاہئیں اور کثرت رائے سے اسمبلی قانون بنا دے تو قانون نافذ العمل ہوگا۔ گویا اجتماعی زندگی کے حوالے سے قانون سازی میں کسی اللہ، کسی خدا اور اس کی ہدایت کو کوئی دخل نہیں، قانون سازی عوام کی کثرت رائے سے اُس کے نمائندوں کے ذریعے عمل میں آئے گی اور یہی درحقیقت سیکولرزم ہے۔ البتہ ایک بات نوٹ کیجئے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک اہم چیز آتی ہے جو اس وقت دنیا میں باعث نزاع بنی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ ایک جانب تو وہ انفرادی ہے اور دوسری جانب اس کا تعلق اجتماعیت سے جڑتا ہے اور وہ عائلی قوانین (Family Laws) ہیں۔ عائلی قوانین اس اعتبار سے انفرادی زندگی کا حصہ بنتے ہیں کہ ازدواجی بندھن کے لیے نکاح کرنا، پھیرے ڈلوانے یا چرچ میں رسومات کرنا، یہ فرد کا انفرادی معاملہ ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ اجتماعیت کا نقطہ آغاز بھی ہے۔ کسی معاشرت اور اجتماعیت کی پہلی اینٹ یہی ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں اگر کسی مذہب کا عمل دخل قبول کر لیا جائے تو سیکولرزم کی رُو سے یہ گویا مذہب کی طرف سے اجتماعیت کے اندر نقب لگانے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں عائلی قوانین کے ضمن میں ایک کامن سول کوڈ (Common civil code) ہونا چاہئے کا تذکرہ آجکل عام ہے چنانچہ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ اگر آپ امریکہ میں رہ رہے ہیں تو شادی بیاہ کے ضمن میں آپ پر امریکی قوانین کی

پابندی لازمی ہے خواہ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ لہٰذا اس وقت ایک بڑی گہری سازش کے تحت یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ مذہب کو انفرادی زندگی سے بھی بے دخل کر دیا جائے اور یہ بات حقیقتاً انسانی ذہنوں میں اتار دی گئی ہے اور آج عملاً پوری دنیا سیکولرزم کے اصول پر کارفرما ہے مسلمان بھی بظاہر اسلام کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن درحقیقت اسلام کو بطور مذہب مانتے اور جانتے ہیں بطور دین یا اجتماعی نظام کے نہیں۔ دنیا کے کسی بھی مسلمان ملک میں زندگی کا کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں جہاں اسلام کو دین کی حیثیت سے رائج کیا گیا ہو۔ بس کچھ مراسم عبودیت کی پابندی ہے، مسجدیں شاندار ہیں۔ رمضان کے دوران روزے کے احکامات کے ضمن میں کچھ سختی سے عمل نظر آ جائے گا۔ گویا پوری امت مسلمہ نے بھی اسلام کو محض مراسم عبودیت اور سماجی رسومات تک محدود کر لیا ہے۔ جبکہ اجتماعی زندگی کا نقشہ ہمارا بھی وہی ہے جو غیر مسلموں کا ہے۔ یہی دراصل سیکولرزم ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام مذہب نہیں ہے بلکہ اسلام میں مذہب بھی ہے اس کے مسلمہ عقائد ہیں جیسے توحید، ایمان بالرسالت، فرشتوں پر ایمان اور آخرت کا عقیدہ۔ اس میں عبادات کا نظام ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ہیں۔ معاشرتی قوانین میں سماجی برائیوں کے خاتمے کا تصور ہے اور سماجی اقدار کا ایک بھرپور خاکہ ہے جنھیں عام کرنا ہے۔ اس کے اپنے بھرپور اور مکمل عائلی قوانین ہیں جنھیں 1962ء میں ایک فوجی آمر نے بحیثیت مجموعی مسترد کر دیا اور ایک منکر حدیث کے بنائے ہوئے قوانین کو نافذ کر دیا اور اب ایک اور فوجی آمر نے حقوق نسواں پر ایک بل کو جس انداز سے پارلیمنٹ اور سینٹ سے پاس کرایا ہے اور حدود اللہ کو نظر انداز کیا ہے وہ انتہائی شرمناک ہے۔ یہ سیکولرزم کی جانب ایک اہم قدم ہے درحقیقت بحیثیت قوم ہم نے بھی اسلام کو دین کی بجائے ایک مذہب کی حیثیت سے اختیار کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ہماری نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ ہماری کوئی حیثیت ہے۔ اور نہ ہمارا منہ ہے کہ ہم اللہ سے مخاطب ہوں، اس سے دعا کریں اور مکالمہ کریں از روئے الفاظ قرآنی:

> ترجمہ: ''اے نبی کہہ دیجئے کہ اہل کتاب! تم کسی شے پر نہیں ہو (تمھارا کوئی مقام نہیں) جب تک تم تورات اور انجیل اور اس سب کو جو نازل کیا گیا تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے قائم نہیں کرتے۔'' [سورۃ المائد 68]

قرآن حکیم میں یہ خطاب اہل کتاب سے ہے لیکن اس طرح کا معاملہ ہمارا بھی ہے۔ کہ ہم نے اسلام کو بحیثیت نظام زندگی کی بجائے ایک مذہب کی حیثیت سے اختیار کیا ہوا ہے اور اس اعتبار سے ہم بھی اصلاً سیکولرزم کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ (شائع کردہ: جنگ، کراچی)